فنِ اصولِ تفسیر ـــــــــ ایک جائزہ

(از جناب مولوی عتیق احمد صاحب قاسمی)

قرآنِ پاک ایک دائمی پیغامِ حیات اور دستورِ زندگی ہے، اُمتِ مسلمہ خصوصًا علمائے امت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ پیش آمدہ نت نئے مسائل و مشکلات کا حل قرآن کو سامنے رکھ کر تلاش کریں، اور ان مواقع کے لئے قرآن نے جس معجزانہ انداز میں رہنمائی کی ہے اس کو اُجاگر کریں۔

حضرت ایاس بن معاویہؒ ان الفاظ میں تفسیر قرآن کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔

مَثَلُ الذین یقرؤن القرآن وھم لا یعلمون تفسیرہ کمثل قوم جاءھم کتاب من ملکھم لیلا ولیس عندھم مصباح فدخلتھم روعۃ لا یدرون ما فی الکتاب ومثل الذی یعرف التفسیر کمثل رجال جاءھم المصباح وقرأو ما فی الکتاب

مقدمتان فی علوم القرآن ص۲۶۲

جو لوگ بغیر تفسیر جانے قرآن پڑھتے ہیں ان کی حالت اس قوم کی سی ہے جس کے پاس رات کے وقت اس کے بادشاہ کا فرمان آیا ہو مگر ان لوگوں کے پاس چراغ نہیں ہے جس کے نتیجے میں ان کے اندر خوف سمایا ہوا ہو کہ پتہ نہیں اس میں کیا لکھا ہوا ہے، اور جو لوگ تفسیر کو جان کر قرآن کو پڑھتے ہیں ان کی حالت ان لوگوں کی طرح ہے جن کے پاس چراغ آگیا ہو اور انھوں نے فرمان کے مضمون کو پڑھ لیا ہو۔

تفسیر بالرای | بلاشبہ ایک دور وہ تھا جس میں قرآن کے بارے میں چند الفاظ کہہ دینے پر بھی ایک

طبقہ تفسیر بالرای کا حکم لگایا کرتا تھا، لیکن ہمارے قدیم علماء اور مفسرین نے تفسیر بالرای کی حقیقت کو واضح کر کے اس الزام کی قلعی کھول دی ہے، چنانچہ تفسیر بالرای کے حدود کی تعیین ابن تیمیہ، غزالی، بدرالدین زرکشی، نے اور سیوطی نے واضح طور پر کی ہے[1]۔

اصول تفسیر کی ضرورت | تفسیر میں حدود کی رعایت نہ رکھی جائے تو دوسرے فتنوں کے ابھرنے کا موقع فراہم ہو سکتا ہے۔

چنانچہ شروع سے لے کر اب تک جو تفسیریں منظر عام پر آئی ہیں اور قرآن کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے ہمارے مفسرین نے جو انداز اختیار کیا ہے اس میں اس بات کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے، لیکن بااین ہمہ کچھ لوگوں نے ایسی بھی تفسیریں کی ہیں جن کو ہم تحریف کا نام دے سکتے ہیں اگرچہ ان مفسرین کی نیتیں تحریف کی نہ رہی ہوں بلکہ اس کی جگہ ان کے دلوں میں اسلام اور قرآن کے لئے بے انتہا خیر خواہی کا جذبہ رہا ہوں۔

جب قرآن کا طالب علم مختلف تفاسیر کا مطالعہ کرتا ہے تو ہر ہر آیت کے ماتحت دسیوں اقوال اور متعارض تشریحات دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے اور انتخاب و تطبیق میں اس کی قوت فیصلہ جواب دے جاتی ہے، کیوں کہ اس کے پاس اصول و قواعد نہیں ہیں جن کی روشنی میں وہ ترجیح و تطبیق کا کام کر سکے، ان مختلف اقوال سے گھبرا کر بعض ناپختہ ذہن اشخاص نفس تفسیر سے ہی بدظن ہو جاتے ہیں۔

تفسیر اور روایات ضعیفہ | کوئی بھی منصف مزاج اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا ہے کہ بہت سی کتب تفسیر میں عموماً صحیح وسقیم، ضعیف و قوی، ہر طرح کی روایات پائی جاتی ہیں، کیوں کہ تفسیری روایات میں تنقیح و تحقیق کا کام نہ ہونے کے برابر ہے، بلکہ قدیم دور سے یہ شکوہ چلا آرہا ہے، چنانچہ امام احمدؒ بن حنبل اپنے زمانہ میں یہ کہنے پر مجبور ہوئے۔ (ثلاثۃ لیس لہا اصل التفسیر والملاحم والمغازی)

---

[1] مقدمہ فی اصول التفسیر ص۲۹ تا ص۳۲، احیاء العلوم ج۱ ص۲۹۶ تا ص۲۹۹، البرہان فی علوم القرآن ج۲ النوع الحادی والاربعون معرفۃ تفسیرہ وتاویلہ، الاتقان فی علوم القرآن النوع الحادی والاربعون ۱۲۔

اسی طرح امام مسلمؒ نے مقدمہ مسلم میں ایک روایت نقل کی ہے، اس سے بھی مذکورہ بالا بات کی تائید ہوتی ہے، روایت کا حاصل یہ ہے کہ ایاسؒ بن معاویہ نے سفیان بن حسین سے فرمایا کہ آپ تفسیر سے کافی شغف رکھتے ہیں، آپ کسی سورت کی تلاوت کرکے اس کی تفسیر بیان فرمائیں تاکہ میں آپ کی معلومات کا جائزہ لوں، چنانچہ حضرت سفیان نے حسب فرمائش تلاوت کرکے تفسیر بیان کی۔

حضرت ایاسؒ نے غور سے سننے کے بعد نصیحت فرمائی (ایاك والشناعة فی الحدیث)

اس نصیحت کے بارے میں علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ رقمطراز ہیں۔

قلت ولعل ایاس بن معاویة اوصٰا	شاید ایاسؒ بن معاویہ نے انھیں خاص طور پر یہ مفید
خاصة بهذه النصیحة النافعة	نصیحت اس لئے کی کہ ان کو تفسیر کے ساتھ شغف
لانه كان مولعا بتفسیر القرآن العظیم	تھا اور مفسرین بسا اوقات روایات اور نقل
والمشتغلون بالتفسیر کثیرا ما	کے معاملے میں تساہل سے کام لیتے ہیں، تو انھوں
یتساهلون فی امر الروایة والنقل	نے اس عام ابتلاء سے بچنے کی تنبیہ کی۔
فنبهه علی التجنب عن هذه البلیة	یہ نصیحت بھی حضرت ایاس کے شہرۂ آفاق
العظمی وهذا من دلائل فطنة	ذکاوت کی ایک دلیل ہے۔
ایاس المشهورة۔	فتح الملہم ص ۱۲۶ / ۱

تفسیر میں ضعیف و موضوع روایات کے رواج کے اسباب

سوال یہ ہے کہ تفسیر میں ضعیف روایتیں کیسے داخل ہوئیں؟ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ متقدمین نے ضیاع سے بچانے کے لئے تمام آثار و اقوال کو جمع کرلیا اور تحقیق و تنقیح کا کام آئندہ کی نسلوں پر چھوڑ دیا، لیکن بعد والوں کی کوتاہی ہے کہ اب تک یہ کام تشنۂ تکمیل رہا۔

ابن خلدون اپنے انداز میں اسباب کا تجزیہ اس طرح کرتے ہیں

"اہل عرب چونکہ ان پڑھ تھے، لہٰذا جب ان کو اسرار کائنات، آفرینش عالم، اور گذشتہ واقعات وغیرہ کی معلومات کا شوق ہوا تو انھوں نے ان چیزوں کے متعلق اہل کتاب

خصوصاً یہود مدینہ سے دریافت کیا، لیکن یہود مدینہ کی معلومات تورات وغیرہ کے بارے میں ثانوی درجہ کی تھیں لہٰذا انھوں نے افسانوی انداز کے قصے سنائے اور اہل عرب نے فرط اشتیاق میں اسے نقل کردیا، بعد کے مفسرین نے تساہل سے کام لیا اور تحقیق کی زحمت گوارا نہیں فرمائی ۔ مقدمہ ابن خلدون عربی ص ۲۲۹ ط مطبعۃ خیریہ اولیٰ

مناہل العرفان کے مصنف نے تفسیری روایات کے ضعف کا تجزیہ کرتے ہوئے پانچ اسباب بیان کئے ہیں۔

" (۱) وہ روایتیں جن کو بددین اور اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے والوں نے گھڑ کر رائج کرنے کی سعی کی۔

(۲) وہ روایتیں جن کو باطل فرقوں نے اپنے عقائد کی تائید کے لئے اختراع کیا۔

(۳) وہ روایتیں جن کو بعض مفسرین نے بلا جانچ پڑتال درج کردیا۔

(۴) بے بنیاد اسرائیلی روایتیں جو ذخیرۂ تفسیر میں آگئیں۔

(۵) صحیح اسرائیلی روایات بھی کیوں کہ فرمانِ نبوی " لا تصدق اھل الکتاب ولا تکذب " کی بناپر یہ روایتیں بھی قابل حجت نہیں رہیں"۔ مناہل العرفان ص ۴۹۱-۴۹۲ ج ۱ الطبعۃ ثالثۃ

غلط فہمی کا ازالہ: اصول تفسیر کے مدون نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابۂ کرام اور قدیم مفسرین رحمہم اللہ کے یہاں تفسیر قرآن کے کچھ اصول ہی نہیں تھے، بلکہ ان کی تفاسیر سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ حضرات مفسرین کے یہاں بھی چند جنچے تلے اصول تھے جن کی وہ پابندی کرتے تھے لیکن باضابطہ قواعد و اصول مدون نہ ہونے کا نتیجہ یہ تھا کہ بہت سے تفسیر لکھنے والوں کے یہاں بعض اہم اصول نظر انداز ہو جاتے تھے۔

اصول تفسیر کا دائرۂ بحث: ہر فن میں کچھ مخصوص اصطلاحات ہوا کرتی ہیں، ان اصطلاحات سے واقفیت کے بغیر اصحاب فن کا کلام سمجھنا اور مختلف اقوال میں تطبیق دینا مشکل ہوتا ہے، قدیم مفسرین کے یہاں بھی کچھ اصطلاحات تھیں جن سے ناواقف ہونے کی بناء پر بسا اوقات ان کے کلام میں تعارض

معلوم ہوتا ہے، ان اصطلاحات کی وضاحت اور ان میں تدریجی تبدیلیوں کی نشاندہی اس فن کا اہم جزء ہے، جس طرح کہ اصول حدیث کا ایک بڑا حصہ محدثین کی اصطلاحات کی تشریحات سے پر ہے۔

اصولِ تفسیر کا ایک لازمی جزیہ ہے کہ علومِ قرآنی پر اصولی انداز سے بحث کی جائے اور تفصیلات وجزئیات سے اعراض کیا جائے، مثلاً اسباب نزول پر اس انداز پر کلام کیا جائے کہ تفسیر میں اسباب نزول کی کیا اہمیت ہے؟ آیا آیات کا مصداق صرف موقع اور موردِ نزول ہی ہے یا الفاظ میں تعمیم دیکھ کر اس میں توسیع کی گنجائش ہے؟ اور اسباب نزول کے پیش نظر ہم آیات کو کس حد تک مقید کر سکتے ہیں؟

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فیض الباری میں فرماتے ہیں

ان القرآن قد یکون له معنی بالنظر الی سیاقه فاذا نظر الی شان نزوله یظهر له معنیً آخر	قرآن کا کبھی اس کے سیاق کے اعتبار سے ایک معنی ہوتا ہے اور جب اس کے شانِ نزول پر نظر ڈالی جاتی ہے تو دوسرا معنی معلوم ہوتا ہے

فیض الباری ص۳۶ ج۱

منشا یہ ہے کہ اصولی مسائل زیر بحث لائے جائیں، رہیں تفصیلات مثلاً اسباب نزول کا احاطہ، ہر ہر آیت کے مکانِ نزول کی تعیین تو اس کے لئے اسبابِ نزول ایک مستقل فن ہے اس کی بحث وہاں ہونی چاہیئے۔

اسبابِ نزول کی طرح غریب القرآن بھی ایک عظیم الشان فن ہے، اس پر گفتگو کا انداز یہ ہو کہ قرآن کے لغات کو حل کرنے میں احادیث کا کتنا دخل ہے اور ادبِ جاہلیت کا کس قدر؟ اگر ادبِ جاہلیت سے ایک معنی معلوم ہوتا ہو، لیکن حدیث دوسرے معنی کی نشاندہی کر رہی ہو تو اس وقت کیا صورت اختیار کی جائے؟

باقی رہا غریب القرآن سے متعلق تمام احادیث و آثار کا جمع کرنا یا قرآن کے غرائب کو اشعار

جاہلیت کی روشنی میں حل کرنا تو یہ کام فن غریب القرآن کے سپرد کر دیا جاتے۔

ایسے ہی ناسخ و منسوخ کے بارے میں اصول کلام ہو، مثلاً قرآن کا نسخ کن ادلہ سے ہو سکتا ہے؟ نسخ کے کیا معنی ہیں؟ ناسخ و منسوخ میں کیا کیا شرطیں ہونی چاہئیں؟ نسخ کے بعد آیات منسوخہ کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟

مختلف مکاتیب فکر | جس طرح دیگر فنون میں اصحاب فن کے درمیان فکر و نظر کا اختلاف کوئی عجیب بات نہیں ہے، اسی طرح اصولِ تفسیر کو مدون کرتے وقت بہت سے مسائل میں مختلف مکاتب فکر کی مختلف رائیں ہو سکتی ہیں، کیوں کہ اختلاف رائے فطرت کی دین ہے اور اپنے حدود میں رہ کر یہ باعث رحمت بھی ہے۔

چنانچہ قرآن و حدیث کی باہمی نسبت کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں۔

ان الشافعیۃ جعلوا القرآن کالمتن	شوافع نے قرآن کو متن اور حدیث کو شرح قرار
والحدیث کالشرح فاخذ المراد	دے کر دونوں کے مجموعہ سے مراد کو متعین کیا۔
من المجموع ونحن اخذنا بالقرآن	اور ہم (احناف) نے قرآن کو پہلے درجہ پر لیا
اولا ثم اوجبنا العمل بالحدیث ثانیا	پھر دوسرے نمبر پر حدیث پر عمل کو واجب کیا
فوضعنا ھذا الی مرتبتہ	تو ہم نے حدیث کو اس کے مرتبے میں رکھا۔

فیض الباری ص ۲۳۵ ج ۱، ص ۲۳۶ ج ۱

حاصل یہ ہے کہ اختلاف اصول تفسیر کے اندر بھی ہے اور اسی کے ساتھ بہت سے مسائل میں شدید علمی معرکے بھی، مگر یہ نقطہائے نظر اسی وقت تک قابلِ قبول ہیں جب تک قرآن وحدیث سے باہر نہ ہوں۔

چنانچہ تفسیر میں ایک جماعت کا جھکاؤ روایات کی طرف ہے، دوسرے گروہ کا میلان ادب عربی کی طرف، یہ میلانات کوئی غیر معقول چیز نہیں ہیں بشرطیکہ دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز نہ کیا جائے اور تصویر کے دونوں رُخ سامنے رکھے جائیں

اصولِ تفسیر کا موجودہ سرمایہ اصولِ تفسیر کے موضوع پر تحقیق و تفتیش کے بعد متعدد کتابیں سامنے آتی ہیں لیکن ان میں بنیادی اہمیت چند ہی کتابوں کو حاصل ہے۔

(۱) پہلی کتاب تقی الدین ابن تیمیہؒ کی "مقدمۃ فی اصول التفسیر" کے نام سے ملتی ہے جس میں بعض اہم مسائل پر بڑی شرح و بسط کے ساتھ کلام کیا گیا ہے مثلاً مفسرین کے تفسیری اختلافات کو دور کرنے کے اصول و قواعد، یہ اپنی جگہ اچھی بحث ہے۔

لیکن بہت سے دوسرے مسائل کو اس میں سرے سے نہیں چھیڑا گیا ہے، کیوں کہ ان کے پیشِ نظر تمام اصول و قواعد کو جمع کرنا نہیں تھا، چنانچہ وہ خود آغاز کتاب میں رقمطراز ہیں

اما بعد فقد سألنی بعض الاخوان ان اکتب له مقدمة تتضمن قواعد کلیة تعین علی فهم القرآن ومعرفة تفسیره ومعانیه والتمییز فی منقول ذلك ومعقوله بین الحق وانواع الاباطیل والتنبیه علی الدلیل الفاصل بین الاقاویل فان الکتب المصنفة فی التفسیر مشحونة بالغث والسمین والباطل الواضح والحق المبین

مجھ سے میرے بعض دوستوں نے ایک ایسا مقدمہ لکھنے کی درخواست کی جو ان قواعد کلیہ پر مشتمل ہو جو فہم قرآن اور اس کے تفسیر و مطالب کی واقفیت پر تعاون کرے، نیز تفسیر کے معقول و منقول میں صحیح اور غلط باتوں کے درمیان امتیاز کرنے میں تعاون کرے، اور مختلف تفسیری اقوال میں فیصلہ کن دلیل پر آگاہ کرے کیوں کہ تفسیر میں تصنیف شدہ کتابیں ہر طرح کی باتوں سے پر ہیں۔

(مقدمۃ فی اصول التفسیر ص۱)

اس کے علاوہ بھی ابن تیمیہ نے اپنے دیگر رسالوں میں بعض اہم قواعدِ تفسیر کی نشاندہی کی ہے، لہٰذا ہم انھیں اصولِ تفسیر کا بانی قرار دے سکتے ہیں۔

(۲) ابنِ تیمیہ کے بعد قرآنیات پر بہت سی تصانیف آئیں، مگر اصولِ تفسیر پر کوئی بنیادی کام نہیں ہو سکا، یہاں تک کہ سیکڑوں سال بعد شہرۂ آفاق محدث شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" سامنے آئی جو اپنے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے اور اختصار کے ساتھ اصولِ تفسیر کے اکثر مسائل پر روشنی ڈالتی ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں

امید داریم از حضرت باری آنست کہ طالب علماں را بمجرد فہم ایں قواعد راہے واسع در فہم معانی کتاب اللہ کشادہ گردد کہ اگر عمرے در مطالعہ تفاسیر بگذرانیدن آنہا بر مفسران میسر بند باں ضبط و ربط بدست نیارند

(الفوز الکبیر صہ ۲)

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے یہ امید ہے کہ محض ان قواعد کے سمجھنے سے طالب علموں کے لئے قرآن پاک کے معانی کے سمجھنے کے لئے کشادہ راستہ کھول دیں گے حتیٰ کہ اگر عمر تفاسیر کے مطالعہ کرنے میں یا تفاسیر کو مفسرین کے پاس پڑھنے میں لگا دیں تو بھی اس مربوط طریقہ پر حاصل نہیں کر سکتے

بلا مبالغہ یہ قول حقیقت کی ترجمانی ہے۔

اگر اصولِ تفسیر کو ایک مدون فن کی حیثیت میں مان لیا جائے تو اس کی تدوین کا سہرا شاہ صاحبؒ کے سر باندھا جائے گا۔

بقول علامہ سید سلیمان ندوی

"الفوز الکبیر کو اصولِ تفسیر میں متن کی حیثیت حاصل ہے"۔ (معارف سید سلیمان نمبر صہ ۲۲۹)

(۳) حضرت شاہ صاحب کے بعد کافی عرصہ تک سکوت رہا، اس موضوع پر کوئی اہم کتاب سامنے نہیں آئی، تا آنکہ چودھویں صدی کے نصف اول میں مولانا عبد الحمید فراہیؒ کی ایک تحقیقی کتاب "التکمیل فی اصول التاویل" منظرِ عام پر آئی۔

مولانا فراہیؒ کے بعض اصولوں میں گو کلام کرنے کی گنجائش ہے، خاص طور سے عربی ادب کو تفسیر میں غیر معمولی دخل دینا اور بظاہر روایات سے یک گونہ اعتنائی ایک مکتبِ فکر کے یہاں قابلِ اعتراض ہے، اس کے باوجود قرآنیات کے سلسلہ میں ان کی دقتِ نظر کا کوئی منصف مزاج انکار نہیں کر سکتا۔

موصوف نے مدۃ العمر تفسیر کا تنقیدی جائزہ لیا اور مفسرین کی بعض لغزشوں کی نشاندہی بھی کی انہوں نے "التکمیل"، "فاتحہ نظام القرآن"، "دلائل النظام"، "اسالیب القرآن" وغیرہ سے اصولِ تفسیر کا تفصیلی خاکہ سامنے آجاتا ہے اور بہت سے اصول و قواعد معلوم ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا کتابیں میرے محدود مطالعہ کے مطابق فنِ اصولِ تفسیر میں اہم ہیں، ان کے علاوہ نواب

صدیق حسن صاحب بھوپالی کی "الاکسیر فی اصول التفسیر"، شیخ محمد خضری کی "مبادی التفسیر" اور اس طرح کی دوسری کتابوں کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے۔

اصول تفسیر کے مصادر و مآخذ: ماقبل کی بحثوں سے اتنی بات منقح ہو کر سامنے آگئی ہوگی کہ اصول تفسیر اپنی اہمیت کے اعتبار سے بہت سے علوم و فنون سے آگے ہے، اس کے فوائد بے شمار ہیں اور اس کی جڑیں اسلام کے ابتدائی دور سے ملتی ہیں، یہ الگ بات ہے کہ اس کی تدوین و تنقیح کی طرف عرصہ تک کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔

اب ہم مختصر انداز میں ان مصادر و مآخذ کی نشاندہی کریں گے جو ہمارے محدود مطالعہ کے مطابق اصول تفسیر پر کام کرنے والوں کو بنیادی عناصر و ارکان کا کام دیں گے۔

مآخذ (۱) (۱) قرآن کے مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ خود قرآن میں کہیں صراحۃً اور کہیں اشارۃً تفسیر کے بعض شرائط و اصول ملتے ہیں۔

قرآن میں ذکر شدہ اصول تفسیر کے ایک بڑے حصے کو مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی مدظلہ نے اپنی کتاب "فہم قرآن" میں جمع کرنے کی سعی فرمائی ہے۔

(۲) کتب حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ نے بھی بہت سے اصول و قواعد کی نشاندہی فرمائی ہے مثلاً فرمایا

مآخذ (۲) (۱) "من تکلم فی القرآن برایه فاصاب فقد اخطأ" اخرجه الترمذی و ابوداؤد والنسائی

(۲) عن ابی هریرة قال کان اهل الکتاب یقرأون التوراة بالعبرانیة ویفسرونها بالعربیة لاهل الاسلام فقال رسول الله: لا تصدقوا اهل الکتاب ولا تکذبوهم وقولوا: آمنا بالله وما انزل الینا الآیة رواه البخاری فی کتاب الاعتصام

(۳) عن ابن مسعودؓ قال قال رسول الله انزل القرآن علی سبعة احرف لکل منها ظهر و بطن و لکل حد مطلع (مشکوٰة)

مآخذ (۳) (۳) اس قسم کی احادیث کے تحت محدثین و علماء کی تشریحات۔

ماخذ(۴) (۴) صحابہ کرام کے اقوال نیز تابعین وتبع تابعین وغیرہ کے آثار، یہاں چند نمونے ملاحظہ فرمائیں (۱) اخرج الطبرانی والبزار وغیرھم عن عبد اللہ بن مسعود موقوفا ان ھذا القران لیس منہ حرف الا لہ حد ولکل حد مطلع (اتقان ص۱۸۲/۲)

(۲) قد اخرج ابن جریر من طرق عن ابن عباس قال التفسیر اربعۃ اوجہ وجہ تعرفھا العرب من کلامھا وتفسیر لا یعذر احد بجھالتہ وتفسیر تعرفہ العلماء وتفسیر لا یعلمہ الا اللہ (الاتقان ص۱۸۲/۲)

(۳) قال مجاھد لا یحل لاحد یومن باللہ والیوم الآخر ان یتکلم فی کتاب اللہ اذا لم یکن عالما بلغات العرب (الاتقان ص۱۸۰/۲)

(۴) روی البیھقی فی شعب الایمان عن مالک قال لا اوتی برجل غیر عالم بلغۃ العرب یفسر کتاب اللہ الا جعلتہ نکالا

(۵) قد روی الحاکم فی المستدرک ان تفسیر الصحابی الذی شھد الوحی والتنزیل لہ حکم المرفوع (ای فی سبب النزول ونحوہ)

ماخذ(۵) بعض تفاسیر کے مقدمے مثلاً مقدمہ ابن جریر، مقدمہ البحر المحیط، مقدمۃ تفسیر القاسمی، مقدمۃ ابن کثیر، مقدمہ تبصیر الرحمٰن، مقدمہ تفسیر المنار وغیرہ

ماخذ(۶) تفاسیر کے ضمن میں نسخ، محکم، متشابہ، ربط آیات اور عموم خصوص وغیرہ متعلقہ مسائل پر مفسرین کا کلام۔

ماخذ(۷) علوم قرآنی پر لکھی ہوئی کتابیں، اصول تفسیر کا ایک بڑا حصہ ان کتابوں میں بھی ملتا ہے، اس موضوع پر بہت سی قدیم تصانیف اب ناپید ہیں، سیوطیؒ نے "الاتقان" کے شروع میں اپنے زمانے تک کی کتابوں کا ایک سرسری جائزہ لیا ہے، سیارہ ڈائجسٹ کے قرآن نمبر جلد دوم میں علوم قرآنی پر لکھی ہوئی کتابوں کی ایک اچھی خاصی فہرست

پیش کی گئی ہے۔

صاحب مناہل العرفان نے بھی جلد اول کے شروع میں مختصر انداز میں علوم قرآنی کی تاریخ بیان کی ہے، چند وہ کتابیں جو کارآمد ہونے کے ساتھ ساتھ دستیاب بھی ہیں ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) البرہان فی علوم القرآن (بدرالدین زرکشی) - (۲) مقدمتان فی علوم القرآن (پہلے مقدمہ کے مصنف نامعلوم، دوسرے کے مصنف ابن عطیہ، (۳) الاتقان فی علوم القرآن (جلال الدین سیوطیؒ) (۴) التبیان لبعض المباحث المتعلقہ بالقرآن (شیخ طاہر جزائری) (۵) مناہل العرفان فی علوم القرآن (عبدالعظیم الزرقانی)

ان کتابوں میں التفسیر والتاویل اور شرائط التفسیر والمفسر کے تحت جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ اصول تفسیر کا قیمتی سرمایہ ہیں۔

ماخذ (۸) اصولِ تفسیر پر مستقل تصانیف

ماخذ (۹) اصول فقہ کی کتابیں، اب تک اصولِ تفسیر کو اصولِ فقہ کا ایک جز قرار دیا جاتا رہا، یہی وجہ ہے کہ اس فن کو اس کے شایانِ شان مقام نہیں دیا گیا، پھر بھی اصولِ فقہ کے تحت جو کچھ مواد جمع ہے وہ اصولِ تفسیر کی تدوین میں بہت ہی معاون ہے۔

حرفِ آخر: ان مصادر کے نشاندہی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اصولِ تفسیر سے متعلق صرف انھیں میں مواد ملے گا، بلکہ دیگر فنون کی تصنیفات میں بھی جابجا اصول و قواعد دستیاب ہو سکتے ہیں لیکن زیادہ مواد انھیں ماخذ میں ملے گا۔

شاید یہ مضمون کسی کے دل میں اس موضوع پر کام کرنے کا جذبہ پیدا کر سکے اور کوئی بندۂ خدا وقت اور وسائل کی سازگاری سے یہ اہم کام کر گزرے۔

گذارش

خریداری برہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلے میں خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر برہان کی چٹ نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو۔
اس وقت بے حد دشواری ہوتی ہے جب آپ ایسے موقعہ پر صرف نام لکھنے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔
منیجر